شاہ ولی اللہ کا فلسفہ

حصہ اول

مبادیات اخلاقیات

مصنف ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ

مترجم، سید محمد سعید

(۴)

لیکن اس کا انجام، اس کی عقل سے رہنمائی پاتا ہے خواہ وہ کسی مکافات یا انتقام ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو۔ مختصر یہ کہ وصف شجاعت یہ ہے کہ کوئی انسان غصہ اور نزاع پسندی پر عقل کے اصولوں کے مطابق قابو پائے اور اسے ایک رائے کلی کے طور پر استعمال کرے۔

اسی اصول کے مطابق، غصہ و نزاع پسندی کی جبلت کیا۔ عقل کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ اور اسی کے قوانین کے تحت ظاہر ہونا یا غائب ہونا چاہیئے۔ اس میں شخصی انتقام کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کسی شخص کو ذاتی طور پر تکلیف نہیں پہنچنا چاہیئے۔ اور اسے اپنے ذاتی نقطۂ نگاہ سے غصہ نہیں کرنا چاہیئے اور اپنے حریف سے نہیں لڑنا چاہیئے۔

لیکن اگر ایک آفاقی مقصد کی خاطر، اس کی عقل اسے لڑنے کی ہدایت کرتی ہے تب اس کی غصہ کی صلاحیت اس کی عقلی تدابیر کے تحت ہونی چاہیئے اور اسے ایسے ہی حالات میں غصہ اور لڑنا چاہیئے۔ اگر اس کی عقل اس کے باوجود اس کے حریف کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے روکتی ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی ہے اور وہ اس سے لڑنے سے باز رہتا ہے تو اس صورت میں وہ شخص ذاتی طور سے دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ یہ غضب یا نزاع پسندی اور غصہ ہی کی صلاحیت ہے جو کسی شخص کو اپنے حریف کے مقابلہ میں تشدد استعمال کرنے کے قابل بناتی ہے۔ لیکن وہ اسے زبردست خطروں کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی بناتی ہے۔ لیکن جائیداد اور حیثیت کا نقصان ایک معاشرتی یا انفرادی قسم عزت و عصبیت کا خوف؟

اپنی کتاب البدور البازغہ میں شاہ ولی اللہ وصف شجاعت، کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں وصف شجاعت خود اعتمادی (ذہنی) کی حالت اور خطرناک مصائب و آلام اور تشددانہ مخالفت کی طویل گھڑیوں میں ثابت قدمی کا نام ہے۔ کسی حریف کے غصہ کی شدت یا درد ناک تکلیف کا خطرہ نہ تو اسے پیچھے ہٹنے دیتا ہے اور نہ ہی اسے مقابلہ کرنے کے لئے نا اہل بناتا ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں رائے کلی کے اصولوں کے مطابق خطرہ کا مقابلہ کرنا ایک تسلیم شدہ منصوبہ المصلحۃ البالغہ کا حصہ ہی ہے۔

کسی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے دوران ایک رضامندانہ حقیقی اور اعلیٰ تر مقصد لازمی ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص بلاوجہ موت کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ بہادر نہیں ہے۔ اس اصول کے تحت شجاعت و مردانگی، موت اور تکلیف کا سامنا کرنے میں ہے اور اس کے لئے ایک حقیقی اور عقلی مقصد ہونا چاہیئے جیسے عزت و احترام وغیرہ کا تحفظ کرنا۔

اکثر اوقات، عقلی یا آفاقی مقصد، میدان جنگ میں جان دینے سے بھی پورا نہیں ہوتا اسکے برعکس شجاعت یہ ہوگی کہ میدان سے بھاگ کر جان بچالی جائے۔ ایک شخص جو موت کے خوف سے یا اپنے اعصابی نظام کی کمزوری کی وجہ سے، میدان سے بھاگ نہیں سکتا اور وہاں مارا جاتا ہے تو اسے بہادری نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا یہ عمل بہادری و شجاعت کے متضاد ہے۔

جو مقصد، کسی شخص کو اپنے حوصلے و جرأت کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے، اسے آفاقی یا عقلی درجہ کا ہونا چاہیئے یا پھر اسے ایک اہم مقصد اور غرض مہم سے وابستہ ہونا چاہیئے۔ اسی لئے ایک جاہل اور اجڈ شخص فقر جو چھوٹے چھوٹے معاملات پر لوگوں سے لڑکر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس میں وصف شجاعت نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی ان افراد کو شجاع اور بہادر کہا جا سکتا ہے جو اپنے اجڈپن، خودرائی اور خود اعتمادی کے زعم میں بغیر کسی اہم مقصد،

عقلی سبب کے خطروں میں کود پڑتے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کا کیا ہوگا۔ نہ ہی ایسے افراد بہادر و شجاع ہیں جو دولت کے لالچ میں، یا اپنی حیوانی خواہشات کی تسکین یا جھوٹی خواہشات یا ذاتی اغراض کے لئے اپنے آپ کو بڑے خطرہ یا تباہی کے منہ میں پھینک دیتے ہیں۔ ایسے افراد خطروں کا مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی خواہشات اور محرکات کے غلام ہوتے ہیں نہ کہ اس لئے کہ وہ جرات مند ہوتے ہیں۔

عفّت

ایک اور وصف، جو انسانی طبائع کے حیوانی پہلو میں پائی جانے والی جبلت سے صاف ستھرے اثر اور عقل کے تحت پیدا ہوتا ہے۔ عفّت کہلاتا ہے۔ یہ انسانی ذہن کے اس رجحان میں پایا جاتا ہے جس میں جنسی جبلت پر قابو پانے اور اس کو کارآمد بنا کر اس سے اعلیٰ تر قدریں حاصل کرنے کے محرکات ہوتے ہیں۔

انسانی طبیعت کے حیوانی پہلو اور صفات عقل کے مثلث کے اثر کے دو حیاتی عناصر ہیں اس وصف کی بنیاد ہوتی ہے۔

یہ حیاتیاتی عناصر حسب ذیل ہیں۔

(الف) جنسی جبلت اور اس کے محرکات کی قوت، جیسا کہ وہ مستحکم طبائع میں ایک مضبوط اور صحت مند طبعی جسم کے ساتھ بالعموم پائے جاتے ہیں۔

(ب) مرد کا حاکمانہ اور برتری کا طرز عمل، جو اسے وصف قوت کی بنا پر حاصل ہے عورت پر چھا جاتا ہے۔ مرد کے مقابلہ میں عورت کا محکومانہ و تابعدارانہ طرز عمل اور شرمیلا پن، اس کی طبیعت میں پیدائشی طور پر نرمی اور نزاکت ہوتی ہے۔

یہ دو خصوصیات حیوان میں نمایاں ہوتی ہیں۔ اور انسانی طبائع حیوانی پہلو میں بھی پیدائشی طور پر ہوتی ہیں۔ اور ان سے دونوں اصناف کے ارکان میں فطری طرز عمل کی بنیاد فراہم ہوتی ہے لیکن بنی نوع انسان کے معاملہ میں جیسے جیسے یہ فروغ پاتی ہیں مختلف النوع حالتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں جیسا کہ نیچے بحث کی جائے گی۔

حیوانات میں مخالف اصناف کا طرز عمل

حیوان کے دو متذکرہ بالا حیاتیاتی عناصر ہی میں مخالف صنفوں کے باہمی طرز عمل اور رجحان کی بنیاد پائی جاتی ہے۔

حیوانات کے معاملہ میں نر بیک وقت کئی ماداؤں سے سلٹ سکتا ہے۔ اس کے برعکس مادائیں ہمیشہ اسی ایک نر کے ماتحت رہتی ہیں جوان کی تابعدارانہ فطرت پر حکومت کرتا ہے دوسرے نروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

یہ طرز عمل، مخالف صنفوں کے باہمی رجحانات کے اختلاف میں ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ جنسی خواہش و تحریک نر و مادہ دونوں میں یکساں ہوتی ہے۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے لئے فطری رغبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن مسلسل ایک نر کے طبعی تعلق میں رہنے کے نتیجہ میں مادہ میں اسی ایک نر کے لئے ایک حس رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس مرد میں اسی ایک مادہ کے لئے یکساں رغبت کی حس پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اپنے گروہ میں فرداً فرداً ہر مادہ سے ایک مختلف قسم کا تعلق اور علیحدگی کا برتاؤ کرتا ہے۔

نر کی شدید جنسی خواہش بحیثیت مجموعی مخالف صنف کے افراد کے لئے بڑی شدت کا اظہار کرتی ہے اور بالعموم ماداؤں کے لئے ہوتی ہے۔

اس بات کو شاہ ولی اللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "کیا تم نہیں جانتے کہ مضبوط اور قوی نر حیوان، کئی ماداؤں کو اٹھا لیتا ہے جو اس کی قوت و برتری کے آگے سر جھکا دیتی ہیں، اور وہ ماداؤں پر حکمرانی کرتے ہوئے ان سے دور بھی رہتا ہے۔"

مرد میں یکساں خصوصیات کا فروغ

اس قسم کی خصوصیات، مرد کے عام مزاج میں فروغ پاتی ہیں وہ عام طور سے عورتوں کو شدت کے ساتھ پسند کرنے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور اس شدت پسندی کے ساتھ باہم کسی ایک یا دوسری عورت کے لئے والہانہ محبت و شیفتگی کے بغیر، ایک عارضی جوش

بھی ہوتا ہے، حالانکہ وہ رغبت کی حس فی الفور باقی رہتی ہے۔ ایک عورت ہی میں سب سے شدید محبت و انسیت، اس مرد کے لئے ہوتی ہے جو اس کا شوہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان فطری طور پر اپنے مزاج کی وجہ سے کثرت پسند ہوتا ہے اور متعدد عورتوں سے جنسی تعلق رکھنے کا رجحان رکھتا ہے اور ان کو اپنی زوجیت میں رکھتا ہے۔ ایک عورت اپنی پیدائشی فطرت کی وجہ سے، ایسے تعلقات نہیں رکھ سکتی۔ وہ ایک وقت میں ایک ہی مرد سے تعلق رکھے گی اور وہ اس کا شوہر ہوتا ہے اور قدرتی طور پر یہی مرد اس کی شدید محبت اور انسیت کی شے بن جاتا ہے۔ چونکہ مرد و عورت کے طبائع کی پیدائشی خصوصیات کے درمیان فطری صلاحیتیں، رجحانات اور اختلافات ہوتے ہیں اور اختلافات ہوتے ہیں اور ہم تاریخ میں یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کرۂ ارض پر آباد ہونیوالی تمام اقوام کی یہی رائے رہی ہے کہ ایک مرد کئی عورتیں رکھ سکتا ہے مگر ایک عورت کے لئے ایک ہی وقت میں متعدد مرد رکھنا بڑی برائی ہے یہ ایک خرابی ہے کہ ایک عورت، ایک ہی وقت میں ایک شوہر سے زائد مرد رکھے۔ یہ اس کی جسمانی و حیاتیاتی ضرورت کے برعکس ہے اور یہ عمل مرد کے فطری مزاج، حمیت کے خلاف بھی ہے۔ کیونکہ مرد کی جبلت خودداری اور شدید حاکمانہ انداز اس کے مستحکم مزاج کے نمایاں نشانات ہیں۔ اگر کئی مرد ایک عورت سے شادی (یا جنسی تعلق پیدا) کرنے پر متفق ہو جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان میں متذکرہ صفت، حمیت کا فقدان ہوگا۔ اور ان کے طبائع میں ایک کمی ہوگی جس سے کہ طبعی اور نفسیاتی کمزوریاں واقع ہوتی ہیں۔ اس بات کو شاہ ولی اللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اپنی بیویوں اور بچوں کے معاملہ میں حمیت مرد کے مزاج کا لازمی خاصہ ہے لہذا یہ بات اس لئے ناقابل قبول ہوگی کہ ایک ہی عورت پر متعدد مرد تابعض رہیں۔ یہی بات ان حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے جو شدید جبلت حمیت کے مالک ہیں۔

یہ خصوصیات کب وصف بن جاتی ہیں؟

یہ وحشیانہ جبلتیں اور جذبات، جب عقل کی صفات مثلث کی کسی ایک خصوصیت رائے کلی سے شائستگی حاصل کرتی ہیں تب یہ وصفِ عفت پیدا کرتی ہیں اور اخلاقی حیثیت اختیار کرلیتی ہیں۔

عورتوں کے لئے شدید پسندکا رجحان، کسی ایک مخصوص عورت کی طرف تابعدارانہ رغبت کے بغیر اس وقت وصف عفت میں تبدیل ہوجاتا ہے جب اسے رائے کلی کوئی شکل اور ہدایت دیتی ہے۔

رائے کلی جنسی خواہش اور اس کے رجحانات کو قاعدے کے مطابق ڈھالتی ہے اور اس کی شکل ترتیب دیتی ہے حیوان رائے کلی کا حامل نہیں ہوسکتا لہٰذا ہر طرز عمل میں اس کا مقصد انفرادی اور مخصوص ہوتاہے اور ان خواہشات کی تکمیل۔ تسکین ان حیوانات کے لئے بجائے خود ایک مقصد ہوتی ہے۔ لیکن مرد کے معاملے میں، جنسی خواہش کی تسکین یا اس سے متعلق دوسرے رجحانات، بجائے خود مقصد قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ اس کے برعکس مرد بالعموم اپنی جنسی تسکین لازمی مقاصد اور وسیع تر و آفاقی قدروں کی خاطر کرتا ہے۔

ان مقاصد کو معاشرہ یا اس کے دانش ور افراد یا قابل احترام افراد معیار قرار دے دیتے ہیں۔ اکثر اوقات، یہ مقاصد اور قدریں، انسانی مقاصد کی خاطر شادی کرنے میں پائی جاتی ہیں۔ یہ انسانی مقاصد، انسانیت کی بقا، قوت مردانگی کی ترقی، کسی قوم کی قوت، اور خاندان وغیرہ کی خوش حالی سے تعلق رکھتے ہیں۔

جب رائے کلی کے مطابق مرد اپنی جنسی خواہش پر قابو پاتا ہے تو وہ اپنی مرضی سے، اپنی جنسی تحریک کو کام میں لیتاہے جو عقل کے مطالبات اور تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے اور وہ خارجی و داخلی حالات، نفسیاتی اور روحانی ضروریات کے مطابق بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص رائے کلی کے ذریعہ اپنی جنسی جبلت پر قابو پالیتا ہے تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کثرت ازدواج، ایک آفاقی یا اعلیٰ تر مقصد کے لئے لازمی ہے اور وہ جنسی جبلت

کی تحریکوں کے آگے سر جھکائے بغیر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا فیصلہ کرتا ہے اطالیا
شخص شاہ ولی اللہ کے مطابق عفیف (صاحبِ عفت) ہے۔

وصفِ عفت کے لوازمات

ایک شدید جنسی تحریک اور اس تک رسائی حاصل کرنے والے رجحانات کے بغیر جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے وصفِ عفت وجود میں نہیں آسکتا کیونکہ ایک شخص جو جنسی اعتبار سے نامرد ہوتا ہے اس میں وصف عفت نہیں پایا جاتا۔

جنسی تحریک پر قابو پانا، جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، اور جنسی تحریک کے غلبہ سے نجات پانا شاہ ولی کے نزدیک عفت کا لوازمہ ہے جنسی تحریک پر قابو پانے کی صلاحیت میں کمی دراصل، وصفِ عفت کا فقدان ہے۔ عورت کے معاملہ میں، اس کا وصفِ عفت فطری طور پر شوہر کی محبت اور بچوں سے شفقت کو بڑھاتا ہے۔

سماحت

ترقی اور ارتقاء کے اصول کے مطابق وصف سماحت (فیاضی) کشیفی وغزور کے جذبۂ عجب اور تھوال طرح یعنی خود پسندی اور نفرت کے محرکات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اپنی ابتدائی اور وحشیانہ شکل میں جبلتیں ہوتے ہیں، جو ترقی پاتی ہیں تو آدمی، ان کو حیوان یا ابتدائی دور کے انسان کی طرح انفرادی مقاصد اور شخصی الطاف وکرم کے لئے کام میں نہیں لاتا۔ لیکن وہ ان کو اعلیٰ مقاصد اور آفاقی سیرت کے مقاصد کے لئے بروئے عمل لاتا ہے۔ جس میں خودی ایک عظیم تر خودی سے تمیز پیدا کرتی ہے۔ خود رائی کی جبلت، اس وقت خود نمائی کی جبلت بن جاتی ہے جب وہ متذکرہ بالا دو دوسری جبلتوں سے امتزاج کرتی ہے اور برتری بلندی اور فوقیت کے رجحان میں ترقی پاتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ رغبت و نفرت کی جبلتوں کے مقاصد کو نظر انداز کرتی ہیں۔

وقت کے ساتھ یہ پیچیدہ جذبہ، ایک حسن اعتزاز کی پاکیزہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جو عظیم تر مقاصد کے لئے شخصی مقاصد کو قربان کر دیتا ہے۔ اور وہ ہر بے عزتی، پستی

اور کمینگی کی شے کو نفرت سے دیکھتا ہے۔ اور اسی طرح وصف سماحت، وجود میں آتا ہے۔ ذہن کی ایک حالت میں اس کا لوازمہ پایا جاتا ہے۔ جو ہر اس شے سے انکار کر دیتا ہے جو انسانی عظمت اور خود نمائی سے پست ہوتی ہے۔ ہر وہ شے جو آفاقی مقاصد سے ہٹ کر واقع ہوتی ہے، بہت کم تر اور کمینہ شمار کی جاتی ہے اس لئے یہ انسانی عظمت اور خود نمائی سے گری ہوئی ہوتی ہے اور اسی لئے یہ وصف سماحت کے برعکس ہوتی ہے۔

پست مقاصد کے لئے ایک فطری پیدائشی ناپسندیدگی رکھتے ہوئے ایک سماحت پسند شخص، زندہ رہنے کی ایک فطری خواہش رکھتا ہے اور زندگی میں اعلیٰ تر مقاصد حاصل کرتا ہے۔ پست مقاصد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کا ذہن پست مقاصد کے حصول میں ناکامی و کامیابی کے موافق اثرات سے بالکل متاثر نہیں ہوتا۔ شاہ ولی اللہ نے وصف سماحت پسند شخص، زندہ رہنے کی

وصف سماحت ذہن کے رجحانِ عظمت و خود نمائی میں ہوتا ہے جو کہ ہر اس شے کے مخالف ہوتا ہے جو تنگ نظری، یا سادہ لوحی کی حامل ہوتی ہے اور اس شے کے بھی مخالف ہوتا ہے جو کہ ذہن میں ہر قسم کے پست اور کم تر مقصد کے غلبہ کا رجحان پیدا کرتی ہے"

اس سے قبل کہ وصف سماحت کی تشریح کی جائے، اور پھر اس کی برتری واضح کی جائے یہ سمجھنا مناسب ہوگا کہ ایک پست اور کم تر مقصد کے معنی کیا ہوتے ہیں۔

پست مقاصد برخلاف اعلیٰ تر مقاصد یا

انفرادی مقاصد برخلاف آفاقی مقاصد

اوصاف اور خرابیوں کے لوازمہ پر بحث ہے، یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ذہن کی تنگ دامانی اور طرز عمل کی پستی ایک ساتھ چلتے ہیں اور آفاقیت و وسعتِ نظری کی حالت کے برعکس ہوتے ہیں لیکن وہ انفرادی اور خود غرضانہ سیرت رکھنے کی طرف رجحان رکھتے ہیں جیسا کہ یہ بات حیوانات کے معاملہ میں واضح ہو جاتی ہے اس لئے ایک کم تر قسم کی خود غرضی، ایک پست یا کم تر مقصد سے تعلق رکھتی ہے۔

انفرادی مقاصد سے ہم وہ مقاصد مراد لیتے ہیں جو آفاقی نقطہ نگاہ سے اعلیٰ تر مقاصد کے ماتحت ہوتے ہیں۔ رائے کلی کے نقطۂ نگاہ سے انفرادی مقاصد پست ہوتے ہیں۔ طبعی آرام بجائے خود ایک مقصد ہوتا ہے، دولت یا زر بجائے خود محبت کی ایک شے ہوتا ہے، شخصی وسعت، شخصی انتقام کی آگ، یہ سب، پست اور کم تر مقاصد میں شمار ہوتے ہیں

وصفِ سماحت کی کمی والے افراد

جن اشخاص میں اس وصف کی کمی ہوتی ہے ان رجحانات کا اظہار کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے لوگ جلدی معمولی سی بے آرامی اور نقصان ہی سے افسردگی اور مایوسی کے شکار ہو جاتے ہیں معمولی سی ناکامی یا بے آرامی کی وجہ سے وہ تاریکی پسند راضی ہو جاتے ہیں اور وہ شخص نقصان مایوسی اور انکساری کے سوا کچھ نہیں سوچ سکتے۔" ایسے مزاج کے لوگ بالعموم غیر مطمئن نظر آتے ہیں ان کی پیشانیوں پر بے چینی کے آثار پائے جاتے ہیں جیسے وہ رنج و غم کے مارے ہوئے ہوں۔ پست مقاصد سے ان کی وابستگی یا ان کے لئے ضرورت سے زیادہ اہمیت ایسے افراد میں اور یاسیت سے پر کرداروں کے مزاج کو فروغ کرتی ہے۔ ایک سماحت پسند شخص کے برعکس ہوتا ہے جو نہ تو ان پست مقاصد سے دلچسپی رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی تسکین کے لئے بے چین رہتا ہے یہ بات اس کے لئے غیر مادی اور بے حقیقت ہے کہ ان مقاصد کی تسکین و تکمیل ہوتی ہے یا نہیں۔

دولت پر تصرف یا ذاتی اثر و رسوخ بڑھانے کا شدید رجحان رکھنے والے غیر سماحت پسند افراد کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ بخیل، خسیس اور شیخی باز ہو جاتے ہیں دوسروں کے ساتھ اپنے ذاتی برتاؤ میں وہ اس قدر خود غرض اور کینے بن جاتے ہیں کہ انہیں دوسروں کی معمولی سی خیرات، عزت یا عقیدت پر بھی دانت پیستے ہیں اور اس کے برعکس وہ ان لوگوں کی خوشامد کرتے ہیں جن سے انہیں ذاتی فائدے کی امید ہوتی ہے اور وہ مالدار لوگوں کے سامنے طفیلی اِمّا حر بن جاتے ہیں وہ اس وقت غضب ناک ہو جاتے ہیں کہ جب ان کے سامنے آئے کم مالدار شخص گذر جاتا ہے یا ان سے اعلیٰ نشست حاصل کر لیتا ہے ایسی باتیں، ان کے جذبۂ

خودداری کو ٹھیس پہنچاتی ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے ایک ایسے پست مزاج کو ایک کم تر اور پست طرزِ عمل سے مثال دی ہے اور بتایا ہے کہ ایسے لوگ اپنی نئی حاصل شدہ دولت کی قوت سے دوسرے غریب اور ضرورت مند افراد پر غلبہ پانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی شرافت اور حیثیت پر گھمنڈ کرتے ہوئے چھوٹوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور بڑوں کی خوشامد کرتے ہیں۔

صاحب سماحت فرد

ایک صاحب سماحت فرد اس کے برعکس ہمیشہ باوقار، مہربان، آزاد خیال درگذر کرنے والا اور اپنے غصہ پر قابو پانے یا اسے دور کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ اپنے نقطۂ نظر حب العمل، میں پرامید اور روشن پہلو سامنے رکھتا ہے وہ اعتماد ذہنی ثابت القلب رکھتا ہے اور عمل کی صلاحیت بھی رکھتا ہے وہ امارت پسندی سے نفرت کرتا ہے۔ اور خاکساری سے پیش آتا ہے اس کا رویّہ دوستانہ ہوتا ہے اور وہ نرم دل لین الطبع، ہوتا ہے وہ ذاتی مخاصمت کی بنا پر انتقام لینے سے پرہیز کرتا ہے حالانکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی مجرم کے خلاف اقدام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ ذاتی مقصد سے بالاتر مگر کسی اعلیٰ تر اور زیادہ اہم مقصد کے لئے ہوتا ہے ایسے شخص میں اعزاز کا احساس اس قدر فطری ہوتا ہے کہ وہ چھوٹی موٹی باتوں پر توجہ دینا پسند ہی نہیں کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ذاتی انتقام کو پسند کرتا ہے بزدلی کمزوری، نااہلیت یا احساس و جذبہ کا فقدان اس کی وجہ نہیں ہوتی اسی طرح ایک صاحب سماحت فرد، جب لطف و کرم اور آزاد خیالی کی صفات کا اظہار کرتا ہے تو یہ اس کے زری معاملات کے بندوبست اور املاک کی نگرانی کی عدم صلاحیت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی یہ کسی خراب عادت، جیسے فضول خرچی کی بدولت ہوتی ہے۔" ایک فیاض انسان کا دولت کے لئے رجحان ایسا ہی ہوتا ہے: ایک آقا، اپنے غلام کے لئے رکھتا ہے۔ وہ اسے ایک ایسی شے سمجھتا ہے جو مکمل طور اس کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اور اس کو اپنی مرضی سے کام میں لاتا ہے۔ وہ دولت استعمال اور فائدوں سے مکمل طور پر واقف ہوتا ہے اور وہ ان کا حسب ضرورہ

فائدہ اٹھاتا ہے۔

اسی طرح، مشکلات و مصائب کے موقع پر' ایک صاحبِ سماحت فرد کا خوش گوار اور روشن نقطۂ نظر کسی خطرہ کے احساس کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے یا سستی سکون النفس' کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بے حسی کا سبب نہیں ہوتا ہے یا اس کے مزاج کی سادہ لوحی یا بے حسی یا کسی نفسیاتی ہلچل کا نتیجہ نہیں ہوتا ہے۔

وَصفِ سَماحَت

چار خاص اعلیٰ اوصاف میں سے ایک کی حیثیت سے وصف سماحت کی تعریف کی روشنی میں

یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وصف سماحت، ذہن کی اس حالت میں ہوتا ہے جو پست سے بلند ہوتی ہے۔ اور پست و انفرادی مقاصد سے بلند تر ہوتی ہے۔ جیسا کہ تمام حیوانی تحریکوں اور جبلتوں کی تسکین ہوتی ہے اور یہ عمل رائے کلی کے خلاف ہوتا ہے اور یہ پست و کم تر مقاصد سے تعلق رکھتا ہے۔ وصف سماحت کی ترقی، واقعتاً ذہن کی ایک ایسی حالت کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو تمام پست حیوانی خواہشات اور عامیانہ انفرادی مقاصد سے انکار کر دیتی ہے اور ان سے بہت آگے اپنا مقام بناتی ہے۔ اسی طرح یہ وصف بیان شدہ حالت سے زیادہ وسیع میدان رکھتا ہے اور وہ تمام اخلاقی اوصاف کا مخرج بن جاتا ہے البتہ وصف حکمت جو ایک خالص عقلی وصف ہے اس سے علیحدہ ہوتا ہے' اسی لئے شاہ ولی اللہ نے اس وصف کو چار اعلیٰ اوصاف میں شامل کیا ہے جو حقیقی مسرت سعدہ کے لئے ضروری ہیں۔ سماحت نہ صرف متذکرہ بالا صفات میں ہوتی ہے بلکہ لطافتِ نفسی کی ماورائی حالت میں بھی ہوتی ہے جو کہ حیوانی محرکات سے بلند تر حالت میں فروغ پاتی ہے۔ اس سطح پر یہ وصف اس وصف سماحت سے مختلف ہو جاتا ہے جو سات اخلاق فاضلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

سات اخلاقِ فاضلہ کی سطح پر سماحت ایک عام وصف ہے اور اس میں ایسی لطافت

بھی نہیں ہوتی ہے باقی سات اخلاق فاضلہ کی طرح اسے بھی ان اوصاف کے نقطۂ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو انسانی طبائع کے امتیازی نشانات ہیں جو کہ عقل و سبب کے زیر اثر اپنے حیوانی پہلو سے فروغ پاتے ہیں۔ اس مرحلہ پر اوصاف کوئی ماورائی پہلو نہیں رکھتے جو کہ اعلیٰ ترین اوصاف کی خصوصیت ہے۔

اظہار کے دو اوصاف

فصاحت اور دیانت

ایک عقلی وصف اور تین اخلاقی ذاتی اوصاف کے علاوہ انسان میں دو اور صفات بھی ہیں جو اسے حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں فضیلت یا اوصاف کی یہ دو صفات انسان اپنے تصورات خیالات اور جذبات کو روانی اور تاثر کے ساتھ بیان کرنے سے ظاہر کرتا ہے۔

بلاشبہ، حیوانات اپنے احساسات کا اظہار اپنی زبان کے ذریعہ مختلف اقسام کی چیخوں اور آوازوں کے ذریعہ کرتے ہیں وہ اپنے جسم کے دوسرے حصوں کے ذریعہ چہرے کے اظہار طبعی اشکال اور انداز ظاہر کرتے ہیں یہی صلاحیتیں انسان کے حیوانی پہلو میں پیدائشی طور پر ہوتی ہیں جو انسانی فطرت کی مخصوص صفات کے زیر اثر فروغ پاتی ہیں لہٰذا نفسیاتی حالتوں، اور شعوریت یا ذہن کی حالتوں کے اظہار کی صلاحیت خواہ زبان یا کسی اور ذریعہ سے ہو، شاہ ولی اللہ کے نزدیک اخلاق فاضلہ ہے اور یہ عظمت کا ایک نشان ہے جو انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔

شاہ ولی اللہ اظہار کی انسانی فضیلت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ زبان کے ذریعہ وصف اظہار کو فصاحت اور دوسرے طریقوں کے ذریعہ وصف اظہار کو دیانت کہتے ہیں۔

فصاحت

فصاحت کا وصف یا تقریر کی روانی

اس وصف کی ابتدائی بنیاد، حیوان میں بھی موجود ہوتی ہے جو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ اپنی زبان اور حلق کے ذریعہ آوازیں پیدا کرکے اپنے احساسات کا اظہار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی صلاحیت، عقل کی جمالیاتی صفت ظرافت کے زیر اثر، صاف اور متوازن آوازیں پیدا کرتی ہے جو دوبارہ عقل کی صلاحیت کلیہ سازی یا رائے کلی کی رہنمائی میں تقریر بن جاتی ہے۔ تقریر ایک وصف ہے اور یہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ عقل اور تحریک تکمل کی صفت بشمول صفتِ ظرافت، فروغ پاتا ہے اور یہ اپنی ترقی یافتہ شکل میں وصف فصاحت بن جاتا ہے۔

تقریر کی صلاحیت کے لازمی اجزاء اور اس کی ترقی یافتہ شکلیں فصاحت و دیانت یہ ہیں۔

الف۔ انسان کی نفسیاتی طبائع کا استحکام اور طاقت۔

ب۔ اعضائے بدن کے صحت مند اور عام فرائض جو زبان کے کام اور متوازن و خوشگوار آوازیں، عام تقریر کی پیداوار کے لئے لازمی ہیں۔

ج۔ ذہن اور زبان کے فریضہ کے درمیان مستحکم تعلق ایک مضبوط و مستحکم مزاج ایک ایسے ذہن کے ساتھ جو اپنی عقل پر مکمل قدرت رکھتا ہے، تقریر پیدا کرنے کے قابل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو روانی اور صفائی کے ساتھ اظہار کرتا ہے۔ اسے شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ ایک مضبوط اور عام آدمی کے معاملہ میں اس کی زبان اس کی قوت فکر اور شعوریت، دونوں ایک ساتھ وابستہ ہوتے ہیں؛ وہ اسی تصور کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

اللہ نے حیوانات کی اقسام میں، آواز کی صلاحیت اور شعوریت کی صلاحیت

درمیان ایک رشتہ پیدا کیا ہے لیکن انسان کے معاملہ میں اس نے اسے صاف وصریح تقریر سے ممتاز کیا ہے اور اس میں عظیم تر توازن و تناسب بھی پیدا کیا ہے۔

اس وصف کی شاہ ولی اللہ کی تعریف کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ فصاحت یا صریح و رواں تقریر ذہن کی اس قوت میں ہوتی ہے جو خیالات کی صلاحیت پر مسلسل قابو کئے رکھتی ہے اور اسی دوران یہ زبان کے فعل کے لئے ہدایت دیتی ہے اور زبان کا فعل اسی وقت عمل میں آتا ہے جب ۔۔ قوتِ فکر سے خیالات حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ اسی طرح ان دو صلاحیتوں پر قابو پانے کی کوشش کے ذریعہ، جب کہ دونوں مستحکم و درست ہوں، تب ایک صاف وصریح اور بالغ اظہار کے ساتھ ایک مسلسل زبان یا تقریر پیدا ہوتی ہے۔

ایک ایسا اظہار، صرف اسی وقت خطیبانہ انداز یا موسیقی بن جاتا ہے جب یہ ایسے ذہن کا کام ہو جس میں نمایاں طور پر جمالیاتی ظرافت بھی شامل ہو۔ ایسے ذہن جو مستحکم جمالیاتی صفت، ظرافت کے حامل ہوتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر موزوں الفاظ منتخب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، موقع و محل کے لحاظ سے مناسب طرز اظہار پسند کرتے ہیں اور ذہن کی لطافتوں و نزاکتوں کو فنکارانہ طور پر کام میں لانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

وصف فصاحت کا جوہر

جن افراد کی طبائع میں متذکرہ بالا صفات نمایاں ہوتی ہیں اپنے ذہن میں صاف وصریح تقریر کا جوہر رکھتے ہیں جیسا کہ ہر قوم بڑی حد تک ہر دوسری قوم سے مزاج، تصورات نظریات اور زبان میں مختلف ہوتی ہے اس لئے ہر قوم کی تقریر کے بہترین انداز کے معیار بھی دوسری قوم سے یقیناً مختلف ہوں گے ہر قوم میں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں جو متذکرہ بالا قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور وہ صریح و رواں تقریر کی صلاحیت اور وصفِ فصاحت کے مالک ہوتے ہیں وہی باقی لوگوں کے لئے خطابت اور فصاحت کا معیار مقرر کرتے ہیں۔

جب وہ تقریر کرتے ہیں تو وہ مناسب و موزوں الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جو کانوں کے لئے پرکشش اور ذہنوں کے لئے بھلے ہوتے ہیں ان کی تقریریں شکل میں عظیم اور لاپرواہی سے پاک ہوتی ہیں ان میں بناوٹ کا بھدا پن نہیں ہوتا ہے۔ اور وہ انتہائی مختصر ہوتی ہیں اور یہی ایک ایسا طرز بیان ہے جو لطیف اور قابل احترام ہوتا ہے،

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ فصیح اور خطیبانہ تقریر لازماً محض شعر و شاعری میں نہیں ہوتی جو غیر ضروری طور پر ایک کے بعد دوسرے شعر کی شکل میں بیان ہوتی ہے۔ اور نہ ہی غیر ملکی الفاظ کے استعمال میں ہوتی ہے اور نہ ہی زیر و بم یا تشبیہات کے آورد اور مصنوعی استعمال سے ہوتی ہے جس سے کہ مقرر کا ذہن اور خیالات، ان تصنیفات سے منتشر ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف یہ اس وقت قابل تعریف ہو جاتی ہے کہ جب یہ ساختہ فطری ہو اور ذہن کے مسلسل بہاؤ کی پیداوار ہو اور اس میں نمایاں طور پر جمالیاتی صفت ظرافت بھی شامل ہو۔

تقریر کی کمزوریاں خرابیاں

فصیح تقریر کی پیداوار میں خرابیاں، ذہن کی اس حالت سے پیدا ہوتی ہیں کہ جب وہ صلاحیتِ فکر یا عمل زبان میں ناکام ثابت ہو۔

ذہن صلاحیت فکر پر قابو پانے میں ناکام رہتا ہے اور فصیح تقریر پیش کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

(الف) دانشمندی کے وصف میں خرابی:-

اسی لئے ذہن تسلسل کے ساتھ غور و فکر کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے تو وہ ان موضوعات پر، جن کے بارے میں اسے بولنا ہے زیادہ گہرائی اور نمایاں طور پر غور و فکر کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

(ب) وصف جرأت میں خرابی:-

مثلاً تنقید یا بے عزتی کا خوف وغیرہ، ایک شخص کو علی الترتیب بولنے

سے باز رکھتا ہے اسی لئے وہ اپنی تقریر کے دوران ہچکچاتا ہے اور لرزنے لگتا ہے یا وہ مسلسل تقریر کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

(ج) خود نمائی خود اعتمادی اور خود روانی کی کمی:-

مثلاً احساس کمتری یا شرم کا احساس یا شرم و حجاب، اسے مناسب الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے محروم کردیتا ہے۔

ذہن صریح و رواں تقریر کے لئے زبان پر اپنا غلبہ رکھنے میں ناکام ہوجاتا ہے۔ اس کی حسب ذیل خرابیاں ہیں۔

(الف) زبان میں فعلی بدنظمیاں، مثلاً ہکلانا، غلط تلفظ ادا کرنا اور تیز تیز بولنا۔

(ب) صوتی صلاحیت میں بدنظمی: مثلاً باریک اور تیز آواز، ہلکی آواز، روانی میں کمی اور آواز پر قابو پانے میں کمی واقع ہونا۔

جب یہ دو صلاحیتیں، صلاحیت فکر اور صلاحیتِ آواز و استعمال زبان مستحکم ہوتی ہیں تب ایک اور سبب ہوسکتا ہے جو کہ روانیٔ تقریر میں کمی یا خرابی پیدا کرسکتا ہے یہ ذہن کی عام کمزوری میں واقع ہوتی ہے جب وہ لگاتار دونوں صلاحیتوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر وہ ان دونوں پر ایک ہی وقت میں قابو پانے میں ناکام رہتا ہے تب ایک صریح و خطیبانہ تقریر وجود میں نہیں آسکتی۔

(مسلسل)